(عُودالعید)

(عیدِ قربان کی مہک)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	اخلاصِ نیت باعثِ قرب ہے	۴
۲	تکبیر وقتِ ذبح	۵
۳	نمازِ عید میں تکبیراتِ زائدہ	۶
۴	تکبیراتِ تشریق	۶
۵	تفسیرات	۷
۶	عباداتِ ظاہری و باطنی	۸
۷	وعظ کے نام کی وجہ تسمیہ	۹
۸	شبہ کا جواب	۱۰
۸	وعظ گذشتہ سنتِ ابراہیم کا خلاصہ	۱۱
۹	خلاصہ وعظ	۱۴

وعظ

(عُودالعید)

(عیدِ قربان کی مہک)

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر مدعا طراز ہے کہ جس روز اس تقریر کے بیان کرنے کا ارادہ تھا اتفاق سے کوئی ضبط کرنے والا(۱) نہ تھا اور باوجود گنجائشِ زمانہ کے بعض مشاغل کی تنگی تاخیر کی اجازت دیتی نہ تھی اس لئے خود احقر نے اس کو قبل بیان بہت مختصر ضبط کرلیا اور وعظ کے وقت اسی کو کسی قدر بسط (۲) کے ساتھ بیان کردیا اجزاء مابہ البسط چونکہ اصل تقریر کے درجہ میں ضروری نہ تھے(۳) اس لئے اُن کا ضبط نہ ہونا مضر نہیں سمجھا گیا اسی تحریر شدہ تقریر کو داخلِ مواعظ کیا جاتا ہے گو اور وعظوں سے صورۃً یہ بہت چھوٹا ہوگا لیکن ما قلّ ودلّ کا(۴) مصداق ہونے سے معناً یہ کسی سے چھوٹا نہیں۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

۲۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۵ء۔ مقام تھانہ بھون

---

(۱) لکھنے والا (۲) تفصیل سے (۳) وہ اجزاء جن کو تفصیل سے بیان کیا گیا اصل تقریر کے لئے ضروری نہیں تھے (۴) تھوڑا ہے لیکن مکمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(۱)

اخلاصِ نیت باعثِ قرب ہے

اس آیت میں کچھ مضمون قربانی کے متعلق مذکور ہے قرب ذی الحجہ کے سبب اس بیان کو اختیار کیا جاتا ہے کہ سامعین ابھی سے اس کے اہتمام کے لئے آمادہ ہوجاویں۔حاصل اس آیت کا قربانی کی بعضی غایتوں (۲) اور حکمتوں کا بیان فرمانا ہے اور گو آیت موقع ذکر حج میں وارد ہے (۳) مگر خود ان حکمتوں کے بیان میں تخصیص حج کی مقصود نہیں گو حج کو بھی شامل ہے اور حاصل ان حکمتوں کے دو امر ہیں ایک امر باطنی ایک امر ظاہری (۴) امر باطنی نیت تقرب (۵) واخلاص ہے جس کو ایک عنوان عام یعنی تقویٰ سے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ دونوں یعنی نیتِ تقرب

(۱) سورۃ الحج:۳۷ (۲) بعض مقاصد اور حکمتوں (۳) آیت اگرچہ فضائل حج میں ذکر کی گئی ہے (۴) ان حکمتوں کا حاصل دو باتیں ہیں ایک ظاہری ایک باطنی (۵) اللہ کا قرب۔

واخلاص اس کے اعلیٰ شعبوں میں سے ہیں اور باطنی ہونا اس کا ظاہر ہے مشاہدہ بھی ہے کہ فعلِ قلب ہے اور حدیث میں بھی ہے (ان التقویٰ ھٰھنا اشار الی صدرہ)[۱] اس کی مقصودیت کو اوپر کی آیتوں میں تعظیمِ شعائر سے کہ وہ بھی امرِ مبطن ہے[۲]۔

تکبیر وقت ذبح

اس آیت میں اس عنوان سے بیان فرمایا ہے لن ینال اللّٰہ لحومھا الخ اور امر ظاہری ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا جس کو اوپر کی آیتوں میں ﴿لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ﴾ سے اس آیت میں لِتُکبرو اللّٰہ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ امر ظاہری یعنی ذکر اسم اللّٰہ اور تکبیر اللہ اسی امر باطنی یعنی تعظیم بالقلب ونیت تقرب واخلاص کا ترجمان ہے[۳] یعنی اسی لئے موضوع ہے کہ اس سے اس کا اظہار ہو پس ان میں باہم دال و مدلول کا سا تعلق ہے۔ پس ان میں حقیقی اتحاد اور اعتباری تغایر ہے[۴] اس اعتبار سے یہ دونوں حکمتیں ایک ہی حکمت ہیں اور ہر چند کہ ظاہراً علی ما ھدٰکم مطلق ہدایت کو شامل ہے لیکن خصوصیت مقام ونقل عن اہل التفسیر سے اس کی تفسیر خاص یہ ہے علی ما ھدٰکم من الذبح للّٰہ تعالیٰ جس کا حاصل یہ ہے کہ تم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو یعنی ذبیحہ پر اللہ اکبر کہو کہ اس نے تم کو اس فعل موجب تقرب کی توفیق دی[۵] چنانچہ اگر وہ توفیق نہ دیتے تو ممکن ہے کہ بعض کی طرح تم ذبح ہی

(۱) آپ ﷺ نے فرمایا تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا (۲) پوشیدہ بات (۳) ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا تعظیم شعائر اللہ دل سے کرنے اور اخلاص نیت پر دال ہے (۴) حقیقت میں متحد ہیں اور اعتبار میں مختلف (۵) اس فعل کی جو اللہ کے قرب کا باعث ہے توفیق دی۔

میں شبہات نکالتے یا ذبح کرتے مگر غیر اللہ کے نام یا اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتے مگر نیت درست نہ ہوتی یا تو بالکل اخلاص نہ ہوتا یا کامل نہ ہوتا جیسے بعض لوگ ردّی جانور ذبح کرتے ہیں جو علامت ہے محبت کی کمی کی اور جس قدر محبت کم ہوگی اسی قدر اخلاص کم ہوتا ہے کیونکہ اس میں آمیزش ہوگی غیر کی محبت کی اور اس غیر کو من وجہ مقصود سمجھنے کی مثلاً مال اگر اس کو مقصود نہ ہوتا تو ردّی کیوں ڈھونڈھتا۔

غرض یہ عمل اخلاص کے ساتھ کرنا توفیق ہی پر موقوف ہے پس اس توفیق پر تم حق تعالیٰ کی دل سے بھی تعظیم کرو اور زبان سے بھی اللہ اکبر کہہ کر اس کا اظہار کرو پس یہ تفسیر ہے (عَلٰی مَا هَدٰكُمْ) کی۔

نماز عید میں تکبیراتِ زائدہ

اور اسی تعظیم و تکبیر کی مقصودیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان ایام میں دوسرے طرق سے یہ تکبیر شروع ہوئی ہے چنانچہ ایک تو عید کا دوگانہ مقرر کیا گیا جس میں ایک تو تکبیراتِ انتقالات مشترک تکبیریں ہیں یعنی جیسی اور نمازوں میں ہیں اور ان کے علاوہ تکبیراتِ زائدہ بھی ہیں جن کا عدد ائمہ کے نزدیک مختلف ہے امام صاحب کے نزدیک چھ تکبیریں ہیں جو نماز کی گیارہ تکبیروں کے ساتھ مل کر سترہ ہوتی ہیں جو رکعاتِ فرائض کے برابر ہونے سے ایک مہتم بالشان عدد ہے(۱)۔

تکبیراتِ تشریق

اور دوسرا طریق اس کی مشروعیت کا یہ ہوا کہ یومِ عرفہ کے شروع سے ایام تشریق کے خاتمہ تک ہر نماز کے بعد بآواز بلند تکبیر کہی جاتی ہے۔ تیسرا طریق یہ

(۱) دن رات میں پانچ فرض نمازوں میں سترہ رکعات ہیں فجر ۲ + ظہر ۴ + عصر ۴ + مغرب ۳ + عشاء ۴ = ۱۷۔

ہے کہ عیدگاہ کے راستہ میں بھی کہی جاتی ہے اور اس تکبیر کے اشتراک سے ذبح اور صلوٰۃ کا جو باہمی تناسب معلوم ہوتا ہے مولانا رومی کے ارشاد میں اس کی تصریح بھی ہے ۔

معنی تکبیر ایں است اے امیم — کای خدا پیش تو ما قرباں شدیم
وقت ذبح اللہ اکبر میکنی — ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی
گوی اللہ اکبر وایں شوم را — سر ببر تا وارہد جاں از عنا
تن چو اسمعیل وجاں ہمچوں خلیل — کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ — شادو خنداں پیش تیغش جاں بدہ(۱)

تفسیرات

اور اگر لتکبروا اللہ کو جو کہ آیت میں مذکور ہے ان سب تکبیراتِ صلوٰتیہ وغیر صلوٰتیہ کے لئے عام لے لیا جاوے جیسا کہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات میں ان ایام کے سب اذکار وتکبیرات بالاجماع مراد ہیں تو تقریر آیت کی اس طرح ہوگی کہ تسخیر انعام اس لئے ہوئی کہ ہم کو تکبیر مقصود ہے چنانچہ ہم نے دوسرے طرق سے اس تکبیر کو مشروع فرمایا ہے جو علامت ہے اس کے مقصود ہونے کی اور اس تسخیر للذبح(۲)

(۱) تکبیر کے معنی یہ ہیں اے پیشوا کہ اے خدا تیرے سامنے ہم قربان ہوجائیں ذبح کے وقت تو اللہ اکبر کہتا ہے اسی طرح مارنے والے نفس کے ذبح پر بھی اللہ اکبر سے کام لے تو اس بدبخت پر اللہ اکبر کہتا ہے اور سر الگ کرتا ہے تاکہ جان اس قید سے آزاد ہوجائے جسم اسمٰعیل جیسا اور جان خلیل اللہ جیسی ۔ حضرت ابراہیم جو بمنزلہ جان کے تھے انہوں نے اسماعیل پر جو بمنزلہ جسم کے تھے ان پر تکبیر پڑھ کر ان کو ذبح کیا۔ حضرت اسماعیل کی طرح تو بھی اپنی خواہشات کو اللہ کے سامنے قربان کردے جیسے انہوں نے رضائے الٰہی کے لئے خندہ پیشانی سے تلوار کے سامنے ذبح ہونے کے لئے سرنگوں کردیا (۲) جانور کو ذبح کے لئے تمہارے تابع کرنے سے یہ مقصود ہے۔

سے یہ مقصود حاصل ہوتا ہے اس لئے اس مقصود کی تحصیل کے لئے ہم نے انعام کو مسخر کردیا پس آیت ہی مشتمل ہوجاوے گی ان ایام کی تمام طاعات کو، قربانی کو بھی، تکبیراتِ غیر صلٰوتیہ کو بھی اور صلٰوتیہ کو بھی (۱) جیسا کہ اس کی ردیف (۲) یعنی عیدالفطر کی نماز کو بعض مفسرین نے سورۂ بقرہ کی آیت ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ الخ۔ میں جو ایسا ہی ایک جملہ یعنی لتکبروا اللّٰہ علی ما ھدٰکم واقع ہے اس کو مدلول تفسیری کہا ہے پس ادھر ان دونوں یوم کے بعض احکام کا اشتراک اور ادھر ان دونوں میں اس جملہ کا اشتراک اور پھر جملہ سورۂ بقرہ کا مفسر بصلٰوۃ العید ہونا اس جملۂ سورۂ حج کے مشتمل لصلٰوۃ العید ہونے کو قریب کئے دیتا ہے (۳)۔

عباداتِ ظاہری و باطنی

پس اس تقریر پر یہ آیت مشتمل ہوگی ان ایام کی دو قسم کی طاعت کو ایک باطن جس کی یہ تعبیریں ہیں نیت تقرب و اخلاص و تعظیم بالقلب (۴) اور ایک ظاہر جس کی یہ تعبیریں ہیں صلٰوۃ۔ تکبیرات۔ تسمیہ علی الذبیحہ (۵) پس سامعین کو ان ایام میں دونوں امر کی رعایت ضروری ہے نہ صرف ظاہر پر کفایت کریں کہ قربانی اور نماز

(۱) پس یہ آیت ان ایام کی تمام عبادات کو شامل ہوجائیگی نماز اور غیر نماز کی تمام تکبیریں اس سے مراد ہوں گی (۲) اس سے پیچھے کی عیدالفطر (۳) عیدالاضحیٰ میں دو عبادتیں ہیں ایک نماز ایک قربانی۔ قربانی کے لئے حکم بیان کرتے ہوئے کہا ﴿کذلك سخرھا لکم لتکبروا اللّٰہ علی ما ھدٰکم﴾ اور سورۂ بقرہ میں رمضان کے بعد نماز عیدالفطر کے لئے کہا تھا ﴿لتکبر اللّٰہ علی ما ھداکم﴾ معلوم ہوا کہ ﴿لتکبر اللّٰہ علی ما ھداکم﴾ نماز کے لئے استعمال کیا گیا۔ عیدالاضحیٰ میں دو عبادتیں نماز و قربانی ہیں پس یہ لفظ دونوں کے لئے مشترک استعمال ہوا۔ اور اس کا مصداق نماز عیدالاضحیٰ اور قربانی دونوں ہیں۔ یہ علمی بحث ہے عوام کے لئے اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے نہ سمجھ میں آئے تو کسی عالم سے سمجھ لیں (خلیل) (۴) قرب الٰہی کی نیت اخلاص اور دل سے تعظیم کرنا (۵) نماز عید، تکبیرات زائدہ، ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا۔

کا نام کرلیا اور بس اور نہ مدعیان کاذب (۱) کی طرح نرے باطن پر کفایت کریں کہ اخلاص ہی اصل ہے اور ہم اس اصل کو لئے ہوئے ہیں کہ یہ اعتقاد نری گمراہی ہے وعظ ''روح الارواح'' اس جامعیت کی ضرورت کے بیان میں قابلِ ملاحظہ ہے اور خود قرآن ہی کیسا اس میں واضح ہے کہ آیت میں دونوں امر سے تنصیصاً تعرض ہے (۲) اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم اور دونوں طاعتوں کے جمع کی توفیق دے۔

وعظ کے نام کی وجہ تسمیہ

اب میں اس تقریر کو ختم کرتا ہوں اور اس کا نام ''عُود العید'' رکھتا ہوں اس لئے کہ عود کے دو معنی ہیں ایک خوشبوئے خاص دوسرے سازِ خاص اور چونکہ یہ تقریر مشتمل ہے دو طاعت کے بیان میں ایک ذبح جس میں اراقۂ دم ہوتا ہے (۳) اور یہ دم فی سبیل اللہ ہے (۴) اور بعض دماء (۵) فی سبیل اللہ کی نسبت حدیث میں ہے لونه لون الدم وريحه ريح المسك (۶) پس اس دمِ ذبیحہ کو بھی مشابہتِ دم شہید کے سبب حکماً خوشبودار قرار دے کر عود سوختنی سے تشبیہہ (۷) دی گئی اور عود سے یہ مناسب سمجھی گئی کہ ایک تو عود کو آگ سے مناسبت ہے اور دم طحال و کبد ولحم ذبیحہ کو بھی بوجہ پکائے جانے کے آگ سے تلبس ہے دوسرے اس عمل کی جزاء جنت میں

(۱) جھوٹے دعویداروں کی طرح (۲) قرآن کی نص میں دونوں باتیں مذکور ہیں (۳) خون بہانا (۴) خون اللہ کے راستہ میں بہانا (۵) دم کی جمع ہے بمعنی خون (۶) اور وہ خون جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے جیسے شہادت اس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس کا رنگ تو خون کا ہے لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہے (۷) پس اسی قربانی کے خون کو بھی جو فی سبیل اللہ ہے خون شہید سے مشابہت دے کر عود کی خوشبودار لکڑی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ عود لکڑی کو آگ سے مناسبت ہے اسی طرح قربانی کا گوشت کلیجی تلی وغیرہ کو بھی آگ پر پکاتے ہیں دوسرے اس عمل کی جزاء جنت ہے اور جنت میں عود کی خوشبو کا ذکر ہے پس خون بہانے کو عود سے مناسبت ہوئی۔

ہے اور جنت میں عود کا سلگنا حدیثوں میں آیا ہے سو طاعت اراقہ کو تو عود کے ایک معنی سے مناسبت ہوئی دوسری طاعت یعنی تکبیر صلوٰتیہ یا غیر صلوٰتیہ اس کو جہر کے سبب عود کے دوسرے معنی سے مناسبت ہوئی (۱) دوسری طاعت یعنی تکبیر صلوٰتیہ یا غیر صلوٰتیہ اس کو جہر کے سبب عود کے دوسرے معنی سے مناسبت ہے اس لئے ان معانی کی رعایت سے اس کا یہ نام مناسب ہوا نیز لفظی لطافت اس نام میں یہ کہ اس کے متصل والی عید الفطر کے متعلق جو بیان ہوا تھا اس بیان کا نام ''عُود العید'' (۲) رکھا گیا ایک حرکت کی تبدیلی کے بعد گویا وہی نام اس کا ہو گیا۔

شبہ کا جواب

اور اس میں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ عُود تو آلاتِ محرمہ سے ہے (۳) طاعت کو اس سے تشبیہ دینا خلافِ ادب ہے بات یہ ہے کہ مجازات واستعارات وتشبیہات میں ایسی تنگی نہیں خود قرآن مجید میں متاع کی مذمت ہے اور حدیث میں امرأة صالحة کو خیر المتاع فرمایا گیا ہے خود حضور ﷺ کا عید ہی کے متعلق ارشاد ہے: لکل قوم عید هذا عیدنا ظاہر ہے کہ قوم کفار کی عید بمعنی لہو ولعب ہے تو ذوق لسانی میں هذا عیدنا کا صاف مدلول یہ ہے کہ هذا لعبنا تو مجازاً اس کو یوم اللعب کہہ دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ۔

---

(۱) عُود کے دوسرے معنی ساز کے تھے جس میں آواز ہوتی ہے اور تکبیرات عیدین وتکبیرات تشریق میں بھی ایک قسم کی آواز وساز ہوتا ہے اس سے بھی مناسبت ہوگئی (۲) اور وہ خون جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے جیسے شہادت اس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس کا رنگ تو خون کا ہے لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہے (۳) پس اسی قربانی کے خون کو بھی جو فی سبیل اللہ ہے خون شہید سے مشابہت دے کر عود کی خوشبودار لکڑی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ عود لکڑی کو آگ سے مناسبت ہے اسی طرح قربانی کا گوشت کلیجی تلی وغیرہ کو بھی آگ پر پکاتے ہیں دوسرے اس عمل کی جزاء جنت ہے اور جنت میں عود کی خوشبو کا ذکر ہے پس خون بہانے کو عود سے مناسبت ہوئی۔

السیف والخنجر ریحاننا　　　افٍ علی الرجس والآس
شرا بنا من دم اعدائنا　　　وکاسنا جمجمة الراس (۱)

بہر حال یہ کوئی شبہ کی بات نہیں۔

وعظ گذشتہ سنت ابراہیم کا خلاصہ

بحمد اللہ اصل تقریر تو ختم ہو چکی اب ایک مختصر شبہہ کا رفع کرنا باقی ہے بس پھر مجلس ختم ہے وہ شبہہ بھی ایسے شخص کو ہو گا جس نے میری تقریر حدیث (سنة ابیکم ابراھیم) کے متعلق جو ابھی پرسوں کیرانہ میں ہوئی ہے جس کا نام میں نے سنتِ ابراہیم رکھا ہے سنی ہو گی یا بعد ضبط اس کی نظر سے گذرے گی اول میں اس تقریر کا خلاصہ عرض کرتا ہوں پھر اس سے جو شبہہ ہو سکتا ہے اس کو ظاہر کروں گا پھر اس کا جواب دوں گا وہ تقریر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا (ماھذہ الاضاحی یا رسول اللہ) یعنی یہ قربانیاں کیا چیز ہیں آپ نے فرمایا (سنة ابیکم ابراھیم) سو احقر نے اس میں یہ بیان کیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربانی کی حقیقت پوچھی تھی آپ نے حقیقت بیان فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سنت ہے ابراہیم علیہ السلام کی اور ظاہر ہے کہ سنت سے مراد ہر سنت تو ہے نہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کا ہر فعل تو قربانی نہیں ہے بلکہ مراد سنتِ خاصہ ہے۔

پس جواب یہ ہوا (۱) کہ (التضحیة سنة خاصة لابراھیم) بس ایک

---

(۱) ہماری خوشبو تلوار اور خنجر ہیں مایوس اور ناامید شخص پر افسوس ہے، ہماری شراب دشمن کا خون ہے، اور ہمارا پیالہ اس کی سر کی کھوپڑی ہے (۱) یہ جواب علمی مقدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیا ہے جس کا سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے۔ عوام صرف اتنی بات سمجھ لیں کہ وعظ سنت ابراہیم میں یہ بات ذکر کی تھی کہ قربانی کی روح اور ذبح ولد کی روح ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ حالت ناگوار کو اللہ کے حکم سے ادا کرے اور اسی کو تصوف میں فنائے نفس کہتے ہیں۔ کہ نفس کا بالکل اتباع نہ کرے بلکہ احکام الٰہی کا اتباع کرے پس شبہ یہ ہوتا ہے ⇐

مقدمہ تو یہ ہوا جو حدیث سے ثابت ہے اب دیکھنا چاہئے کہ وہ سنت خاصہ کونسا فعل ہے سو قرآن میں جو اس کے متعلق قصہ مذکور ہے اس میں اُن کے دو فعل منقول ہیں ایک ذبح ولد دوسرا ذبح کبش فدیہ اور ہر چند کہ سرسری نظر میں جو آپ کا اخیر فعل ہے یعنی ذبح کبش وہ مصداق معلوم ہوتا ہے سنت ابراہیم کا لیکن اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو اس بناء پر کہ اصل مامور بہ ذبح ولد تھا یہی احق ہے سنت کے مصداق ہونے کا پس دوسرا مقدمہ یہ ہوا کہ (سنة ابراهيم ذبح الولد) جو قرآن سے ثابت ہے اور اس کے عدم وقوع کو مانع ارادہ نہ سمجھا جاوے کیونکہ ذبح بمعنی ذبح کردن جو کہ فعل اختیاری ہے وہ تو واقع ہوا البتہ اس کا اثر مطاوع یعنی مذبوح شدن واقع نہیں ہوا تو ذبح پر عدم وقوع کا حکم ہی غلط ہے نیز انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہے وحی میں غلط کا احتمال نہیں اور خواب میں انی اذبحك نص ہے تو ضرور ذبح کو واقع کہا جاوے گا پس جب یہ اس کا مصداق ہوا تو اب عبارت جواب کی یہ ہوئی کہ (التضحية ذبح الولد) اور ظاہر ہے کہ یہ حمل ظاہراً صحیح نہیں اور تصحیح ضروری ہے کیونکہ دونوں مقدمے صحیح ہیں تو نتیجہ ضرور صحیح ہوگا یعنی (التضحية ذبح الولد) اور اس کو نتیجہ بالمعنی الاصطلاحی نہ سمجھا جاوے کیونکہ وہ لازم ہوتا ہے صغریٰ اور کبریٰ کو اور یہاں (سنة ابراهيم ذبح الولد) جو مقدمہ ثانیہ ہے کلیہ نہیں مگر مدعا کا اثبات اس کے کبریٰ ہونے کے طور پر کیا بھی نہیں گیا بلکہ تقریر کی توجیہ یہ ہے کہ سنت سے

⇨ کہ اس تقریر سے قربانی کی حقیقت فناء معلوم ہوتی ہے اور آج کی تقریر سے تعظیم بالقلب اور زبان سے بذریعہ تکبیر اس کا اظہار کرنا معلوم ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ سنت ابراہیم پر حقیقت بمعنی ماہیت ہے اور عود العید میں حقیقت بمعنی غایت ہے اور صوفیاء کے یہاں حقیقت کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔۱۲ خ

مراد جب ذبح الولد ہے تو جملہ التـضـحـية سـنـة ابـراهيـم میں بجائے لفظ سنت ابراہیم کے لفظ ذبح الولد رکھدو تو عبارت یہ بن جاوے گی کہ التضحية ذبح الولد اور یہی مدعا تھا غرض جب دونوں مقدمے صحیح ہیں تو مدعا کا بھی صحیح ہونا لازم ہے پس اس کو سمجھنا چاہیئے یہاں موضوع ومحمول میں دو دو احتمال ہونے سے کل چار احتمال اس حمل میں ہوسکتے ہیں ایک صـورة التـضـحية صـورـة ذبح الولد دوسرا روح التـضـحية روح ذبح الولد تیسرا صـورـة التضحية روح ذبح الولد چوتھا (روح التضحية صور ة ذبح الولد) اور بجز ثانی کے سب کا بطلان ظاہر ہے پس ثانی متعین ہوگیا یعنی ان دونوں فعل کی روح اور لُب اور مغز ایک ہے مطلب یہ کہ تضحیہ کی جو حقیقت اور مغز ہے وہ ہے جو ذبح ولد کی حقیقت اور مغز ہے اب یہ بات رہ گئی کہ وہ مغز ذبح الولد کا کیا ہے اسی کو روحِ تضحیہ کہا جاوے گا سو وہ مغز ذبح الولد کا بالکل امر وجدانی ہے یعنی وہی رہے کہ تصور کیا جاوے کہ اگر بحکم حق میں ولد ذبح کر ڈالوں تو مجھ پر کیا حالت گذرے سو ظاہر ہے کہ سخت طبعی ناگواری گذرے اور ایسی حالت میں اُس فعل کو کر ڈالنا یہ اس طبعی ناگواری کو برداشت کر لینا ہوا پس وہ امر جو گذرے وہ یہ ہوا کہ طبعی ناگواری شدید کو خدا کے حکم سے برداشت کرنا اور اُسی کو صوفیہ کی اصطلاح میں فناء نفس کہتے ہیں پس روح ذبح الولد کی فنا نفس ٹھہرا پس یہی فناء نفس روح تضحیہ کی ہوئی پس معنی جملہ (التـضـحية ذبح الولد) کے یہ ہوئے کہ (روح التـضـحية روح ذبح الولد) پس حقیقت تضحیہ کی فناء نفس ہوا اور میں نے اس پر یہ حکم متفرع کیا تھا کہ جب روح اور حقیقت تضحیہ کی یہ ہے تو خود اس تضحیہ میں اور اس کے متعلق جمیع احکام واعمال میں نفس کا ذرا اتباع نہ کیا جاوے بالکل احکام شرعیہ کا اتباع کیا جاوے واجبات میں لزوماً اور مستحبات میں بطریق محبت پس یہ حاصل تھا اس تقریر کا، اس تقریر سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ

تقریر ''سنتِ ابراہیم'' سے قربانی کی حقیقت فناء نفس معلوم ہوتی ہے اور آج کی تقریر ''عودالعید'' سے قربانی کی حقیقت تعظیم بالقلب معلوم ہوتی ہے جس کا ترجمان تکبیر باللسان ہے پس ان میں تدافع ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ ''سنت ابراہیم'' میں حقیقت بمعنی ماہیت ہے چنانچہ حدیث میں حمل اس کی دلیل ہے اور (عودالعید) میں حقیقت بمعنی غایت ہے چنانچہ قرآن میں لام کے (لتکبروا اللّٰہ) اس کی دلیل ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ حقیقت کا اطلاق دونوں معنی میں شائع ہے اور اس اصطلاح پر دونوں تقریروں میں لفظ حقیقت وارد ہوگیا بس کچھ تدافع نہ رہا اور باوجود اس کے میں نے تقریر (عودالعید) میں لفظ حقیقت کو بھی بچایا ہے۔

خلاصہ وعظ

اب میں ختم کرتا ہوں اور اس غایت پر بھی میں وہی احکام متفرع کرتا ہوں جو سنت ابراہیم میں حقیقت تضحیہ یعنی فناء نفس پر متفرع کئے تھے یعنی جب حکمت اس طاعت کی تکبیر بالقلب واللسان (۱) ہے اور اس تکبیر کے لئے لازم ہے نفس کی تصغیر پس (۲) کبیر کے مقابلہ میں صغیر کا اتباع نہ کیا جاوے کبیر ہی کے احکام کو متبوع اصل قرار دیا جاوے خلاصہ یہ کہ ان احکام میں مثل جمیع احکام کے نفس کا ذرا اتباع (۳) نہ کیا جاوے پس ترجیح احکام النصوص

(۱) زبان و دل سے تکبیر یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا (۲) اس تکبیر سے یہ لازم آتا ہے کہ اپنے نفس کو جھوٹا سمجھے
(۳) ان احکام میں نفس کی بات بالکل نہ مانی جائے۔

علی احکام النفوس لازم عام ہے(۱) وعظ ''سنت ابراہیم'' کی حقیقت کے لئے اور وعظ ''عودالعید'' کی غایت کے لئے سو اس طرح سے دونوں وعظوں کی تفریعات بھی متماثل ہوگئیں بس دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو فہم صحیح اور توفیق عمل نصیب فرمادیں۔آمین فقط۔

تم وعظ عودالعید (۵)

(۱) پس نفس جن احکام کا حکم کرے اس کے مقابلے میں قرآن وحدیث جن احکام کا حکم کرے اس کو ترجیح ہوگی سنت ابراہیم کی حقیقت کے لئے اور عودالعید کی غایت کے لئے (۵) وعظ عودالعید مکمل ہوا۔

خلیل احمد تھانوی

۱۴۳۲/۱۲/۱۲ھ